پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

سیدنا الحکم رضی اللہ عنہ کی جلاوطنی کا قصہ

اکثر اربابِ تاریخ وسِیَر نے سیدنا حکم رضی اللہ عنہ کے حالات میں اس قصے کا ذکر کیا ہے۔ جس سے بعض علماءِ حق بھی متاثر ہوگئے ہیں اور انھوں نے بغیر تحقیق کے اسے اپنی کتابوں میں نقل کر دیا ہے۔

چنانچہ ممتاز عالم دین شارح بخاری، فاضل دارالعلوم دیوبند مولانا سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں:

''مروان کا باپ حَکم بھی بہت بدکردار تھا وہ حضور علیہ السلام کی ازواج مطہرات کے حجروں پر جاسوسی کیا کرتا تھا، ان میں وہ جھانکتا تھا اور راز کی خبریں لوگوں کو پہنچایا کرتا تھا، وہ حضور علیہ السلام کی نقلیں اتارتا تھا وغیرہ۔''

(انوارالباری شرح صحیح البخاری۔ جلد:۱۷،ص:۱۹۴)

اس ''فردجرم'' سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا الحکم رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ''بدکرداری، جاسوسی، رازافشا کرنے اور نقلیں اتارنے'' کی وجہ سے مدینہ منورہ سے طائف کی طرف جلاوطن کر دیا۔

یہ ملحوظ رہے کہ سیدنا الحکم رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے حقیقی چچا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں مگر اس کے باوجود انھیں نہ صرف صحابیت کے مشروعہ ومطلوبہ ادب واحترام سے محروم رکھا گیا بلکہ ان کے خلاف اعدائے صحابہ کی وضع کردہ جھوٹی کہانیوں کو بھی صحیح سمجھ کر نقل کر دیا گیا۔

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ سیدنا حکم رضی اللہ عنہ کی جلاوطنی کا یہ سارا قصہ ''کوفی ٹکسال'' میں تیار ہوا ہے جو کسی بھی صحیح سند سے ثابت نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کا یہ اہم ترین واقعہ اگر فی الواقع رونما ہوا ہے تو کسی صحابی نے اسے کیوں روایت نہیں کیا؟

حدیث کی کسی کتاب میں اس کا ذکر کیوں نہیں پایا جاتا؟ پھر معلوم نہیں کہ ہشام کلبی اور واقدی جیسے دروغ گو راویوں پر اعتماد کر کے نہایت ہی تیقن کے ساتھ اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیوں منسوب کر دیا گیا؟

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ (م:۷۲۸ھ) روافض کے اس طعن کے جواب میں فرماتے ہیں:

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اَنَّ النَّبِیَّ صلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسلَّمَ نفی أباہ اِلَی الطَّائِفِ وَ کَثِیْرٌ مِّنْ اَھْلِ الْعِلْمِ ینکر ذَالِکَ وَ یَقُوْلُ اَنَّہٗ ذھب باختیارہٖ و اَنَّ نفیہ لَیْسَ لَہٗ اِسْنَادٌ...... (منہاج السنۃ، الجزء الثالث، ص:۱۹۸)

ترجمہ: اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (یعنی مروانؓ) کے والد کو طائف کی طرف نکال دیا تھا، اکثر اہلِ علم اس قصے کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ اپنے اختیار اور مرضی سے طائف گئے تھے۔ نیز اس قصے کی کوئی سند بھی نہیں ہے۔

موصوف اس قصے کے متعلق ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

وَ قَدْ طَعَنَ كَثِيْرٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ نَفْيِهٖ وَقَالُوْا هُوَ ذَهَبَ بِاخْتِيَارِهٖ. وَقِصَّةُ نَفْيِ الْحَكَمِ لَيْسَتْ فِي الصِّحَاحِ وَلَا لَهَا اِسْنَادٌ يُعْرَفُ بِهٖ اَمْرُهَا...... وَأَمَّا قِصَّةُ الْحَكَمِ فَعَامَّةُ مَنْ ذَكَرَهَا اِنَّمَا ذَكَرَهَا مُرْسَلَةً وَقَدْ ذَكَرَهَا الْمُؤَرِّخُوْنَ الَّذِيْنَ يُكْثِرُ الْكِذْبُ فِيْمَا يَرْوُوْنَهٗ وَ قَلَّ أَنْ يَّسْلَمَ لَهُمْ نَقْلُهُمْ مِّنَ الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ فَلَمْ يَكُنْ هُنَا لِكَ نَقْلٌ ثَابِتٌ يُوْجِبُ الْقَدْحَ...... لَا يَثْبُتُ اِسْنَادُهٗ وَلَا يُعْرَفُ كَيْفَ وَقَعَ وَ يُجْعَلُ لِعُثْمَانَ ذَنْبٌ بِأَمْرٍ لَا يُعْرَفُ حَقِيْقَتُهٗ بَلْ مَثَلُ هٰذَا مَثَلُ الَّذِيْنَ يُحَارِضُوْنَ الْمُحْكَمَ بِالْمُتَشَابِهِ وَ هٰذَا مِنْ فِعْلِ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ. الَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْفِتْنَةَ وَلَا رَيْبَ أَنَّ الرَّافِضَةَ مِنْ شِرَارِ الزَّائِغِيْنَ الَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْفِتْنَةَ الَّذِيْنَ ذَمَّهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ. (منہاج السنۃ، الجزء الثالث، ص:۱۹۶۔۱۹۷)

ترجمہ: ''اکثر اہل علم نے سیدنا حکم رضی اللہ عنہ کی جلاوطنی کے بارہ میں طعن کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ خود اپنے طور پر طائف گئے تھے (ان کو نکالا نہیں گیا تھا) پھر یہ قصہ نہ صحاح میں ہے اور نہ ہی اس کی کوئی سند ہے جس کے ذریعے اس کی حقیقت معلوم کی جاسکے۔

حکم رضی اللہ عنہ کی جلاوطنی کے قصے کو جس نے بھی ذکر کیا ہے اس نے بطریق مرسل ذکر کیا ہے۔ اس کے ناقل بھی وہ مؤرخین ہیں جن کے ہاں جھوٹ کی کثرت ہے اور جن کی نقل کردہ روایت کمی بیشی سے کم ہی محفوظ رہتی ہے۔ بنا بریں اس قصہ کی کوئی ایسی صحیح نقل نہیں ہے جس کی بنا پر کسی کی قدح کی جاسکے۔

جب اس کی سند اور حقیقت ہی کا علم نہیں تو پھر ایک امر مشتبہ کی بنا پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو کیوں کر قصوروار ٹھہرایا جاسکتا ہے؟ ایسا تو صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو محکم کے مقابلے میں متشابہ پر مدار استدلال رکھتے ہیں اور ایسا وہ لوگ کرتے ہیں جن کے دلوں میں کجی ہے اور جو فتنوں کے متلاشی اور طلب گار ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ رافضی ان شریر گمراہوں میں سے ہیں جو فتنے کھڑے کرتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن کی مذمت اللہ اور اس کے رسول نے کی ہے۔''

حضرت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اسی بحث میں آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

وَقَدْ ذَكَرَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ نَفْيَ الْحَكَمِ بَاطِلٌ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْفِهٖ اِلَى الطَّائِفِ بَلْ هُوَ ذَهَبَ بِنَفْسِهٖ وَذَكَرَ بَعْضُ النَّاسِ أَنَّهٗ نَفَاهُ وَلَمْ يَذْكُرُوْا اِسْنَادًا صَحِيْحًا بِكَيْفِيَّةِ الْقِصَّةِ وَسَبَبِهَا. (حوالہ مذکور، ص:۲۳۵)

ترجمہ: ''بہت سے اہلِ علم نے ذکر کیا ہے کہ سیدنا حکم رضی اللہ عنہ کی جلاوطنی کا قصہ باطل ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں طائف کی طرف جلاوطن نہیں کیا تھا بلکہ وہ از خود اپنی مرضی سے گئے تھے۔

اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں جلاوطن کیا تھا لیکن اس واقعہ کی کیفیت اور سبب مرحوم کرنے کے لیے وہ کوئی صحیح سند ذکر نہیں کرتے۔''

امام ذہبی (م:۷۴۸ھ) نے ان روایات پر تنقید کرتے ہوئے ان کی عدمِ صحت کا حکم لگایا ہے۔ چنانچہ وہ امام

ابن تیمیہ کے مؤقف کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَ قِصَّةُ نَفْيِ الْحَكَمِ لَيْسَتْ فِي الصِّحَاحِ وَلَا لَهَا إِسْنَادٌ يُعْرَفُ بِهِ أَمْرُهَا.

ترجمہ: ''اور حکم (بن ابی العاص) کی جلاوطنی کا قصہ صحاح میں موجود نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کوئی سند ہے جن کے ذریعے اس قصہ کے بارے میں حقیقتِ حال معلوم ہو سکے۔

(المنتقیٰ۔ الفصل الثالث، ص: ۳۹۵۔ تحت ''التحقیق فی نفی الحکم واطلاقہ'')

علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اربابِ سِیَر اور مؤرخین کے نزدیک بالاتفاق سیدنا حکم رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے موقع پر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے اور خلافتِ عثمانی کے قیام تک مکہ اور گردونواح ہی میں قیام پذیر رہے جب کہ معترضین وناقدین کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مدینہ منورہ سے جلاوطن کیا تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا سیدنا حکم رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تھی؟

کیا ان پر ارشادِ نبوی ''**لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ**'' کا اطلاق نہیں ہوتا تھا؟

مزید برآں ناقدین کے دعویٰ کے مطابق سیدنا حکم رضی اللہ عنہ کا تعلق طبقہ ''طلقاء'' سے تھا اور یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ''طلقاء'' میں سے کسی نے ہجرت نہیں کی تھی۔

''**فَإِنَّ الطُّلَقَاءَ لَيْسَ فِيهِمْ مَنْ هَاجَرَ**''

اور نہ ہی کسی روایت میں سیدنا حکم رضی اللہ عنہ کی ہجرتِ مدینہ کا کوئی ذکر ملتا ہے۔ البتہ سیدنا صفوان بن اُمیّہ فتح مکہ کے بعد ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تھے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں واپس مکہ مکرمہ بھیج دیا تھا۔

(ملاحظہ ہو: منہاج السنۃ، الجزء الثالث، ص: ۱۹۶)

اگر بالفرض سیدنا حکم رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کی ہوتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا صفوان رضی اللہ عنہ کی طرح انہیں بھی مکہ مکرمہ واپس بھیج دیتے۔

پھر ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ سیدنا حکم رضی اللہ عنہ کو ''طائف'' کی طرف کیوں جلاوطن کیا گیا؟ کیا ''طائف'' سزا یافتہ لوگوں کا مسکن ہے؟

''طائف'' تو اچھی آب و ہوا اور زرخیزی وشادابی کی بنا پر زمانہ قدیم سے اہل مکہ کا گرمائی مقام رہا ہے۔ دیگر سردارانِ قریش کی طرح سیدنا حکم رضی اللہ عنہ کا بھی طائف میں ذاتی مکان تھا، جہاں وہ بالخصوص موسم گرما گزارنے کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے جس سے ''یارلوگوں'' نے جلاوطنی کا قصہ گھڑ لیا۔

جب سیدنا حکم رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے کے بعد مدینہ منورہ گئے ہی نہیں تو پھر وہاں سے ان کے جلاوطن کر دیے جانے کا سوال کس طرح پیدا ہو سکتا ہے؟

اس اعتبار سے بھی جلاوطنی کا یہ قصہ سید احمد رضا بجنوری صاحب کے بیان کردہ ''محرکات'' (بدکرداری، جاسوسی

کرنے، راز افشا کرنے نقلیں اتارنے اور حجراتِ ازواج مطہرات میں تانک جھانک) سمیت باطل، لغو اور جھوٹا ہے۔

فتح مکہ کے بعد جب کہ اسلام کی قوت وشوکت کے سامنے سارا عرب سرنگوں ہو گیا تھا اور قبائل عرب بھی جوق درجوق اسلام میں داخل ہو رہے تھے، کسی نومسلم کا مرکزِ اسلام مدینہ منورہ میں ایسی جرأت کا مسلسل مظاہرہ کرتے رہنا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمسخر کرے، ان کی نقلیں اتارے، ان کے راز افشا کرے اور ازواج مطہرات کے حجروں میں تاک جھانک کرے، یقیناً بعید از قیاس اور خلافِ عقل ہے جسے حضرت بجنوری صاحب وامثالہ کے علاوہ کوئی بھی تسلیم نہیں کرسکتا۔

اس قصے کے لغو اور باطل ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ان سے اگر بالفرض اس قسم کی حرکات سرزد ہوئی ہوتیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے پہلے جاں نثارانِ مصطفیٰ خود ہی انھیں کیفرِ کردار تک پہنچا دیتے۔ اگر بالفرض محال یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ سیدنا حکم رضی اللہ عنہ سے مدینہ منورہ میں مذکورہ ناشائستہ حرکات کا صدور ہوا تھا تو پھر سوال یہ ہے کہ ان حرکات سے کہیں بڑھ کر بڑے بڑے جرائم کے مرتکب عبداللہ بن اُبی اور دیگر منافقین کو بھی کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی جلاوطنی کی سزا دی تھی؟

جو حضرات قصداً وعمداً ان حرکات کی نسبت سیدنا حکم رضی اللہ عنہ کی طرف کر رہے ہیں، انھوں نے اتنا بھی نہ سوچا کہ وہ اس لغو اور باطل قصے کو نقل کر کے ایک صحابی ہی کی پوزیشن داغ دار نہیں کر رہے ہیں بلکہ اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے حدیث نبوی ''مَنْ کَذبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّداً فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہُ مِنَ النَّارِ'' کے بھی مصداق بن رہے ہیں۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ سیدنا حکم رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد نہ تو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور نہ ہی ناشائستہ حرکات کی بنا پر انھیں مدینہ منورہ بدر کر کے طائف بھیجا گیا۔

جلاوطنی کے سلسلہ میں ایک یہ روایت بھی گھڑی گئی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے محاصرہ کے وقت جب یہ معلوم ہوا کہ بلوائیوں کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حَکَم کو جلاوطن کر دیا تھا اور عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی جلاوطنی ختم کر کے حکمِ رسول کی مخالفت کی تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا:

''اَنَّ الْحَکَمَ کَانَ مَکِیاً فَسَیَّرَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْہُ اِلَی الطَّائِفِ ثُمَّ رَدَّہٗ اِلٰی بِلَدِہٖ فَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَیَّرَہٗ بِذَنْبِہٖ وَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَدَّہٗ بِعَفْوِہٖ......اَکَذَالِکَ؟ قَالُوْا اَللّٰھُمَّ نَعَمْ.

(تاریخ الطبری، جلد: سوم، جز: پنجم، تحت ۳۵ھ۔ص: ۱۰۳، ۱۳۵)

ترجمہ: ''حکم (بن ابی العاص) مکہ کے رہنے والے تھے۔ انھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے طائف کی طرف جلاوطن کر کے بھیج دیا، پھر خود ہی اپنے شہر واپس بلا لیا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی کسی غلطی کی وجہ سے پہلے انھیں جلاوطن کیا پھر خود ہی معاف فرما کر ان کی جلاوطنی ختم کر دی (تو پھر مجھ پر اعتراض کیسا؟) کیا اسی طرح نہیں ہوا؟ تو سب

بلوائیں نے اعتراف کیا کہ ہاں ایسے ہی ہوا۔''

اس روایت سے معلوم ہوا کہ بلوائیوں نے اس بات کا اقرار کرلیا تھا کہ حکم کو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی واپس بلایا تھا مگر علامہ خالد محمود صاحب اس کی یہ وجہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تو اس (مروان) کے باپ حکم کو بھی مدینہ منورہ واپس آنے کی اجازت دے دی کیونکہ اب وہ اس قدر بوڑھا اور ناکارہ ہو چکا تھا کہ اس سے کسی سازش کا امکان باقی نہ رہا تھا۔ انھوں نے اجتہاد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مُعَلَّلْ بِعِلَّتْ سمجھا اور جب وہ علت اور سبب جاتے رہے تو انھوں نے اسے واپس آنے کی اجازت دے دی۔'' (عبقات، ص:۲۴۳)

علاّمہ صاحب کی مستدل یہ روایت بھی ''بناء فاسد علی الفاسد'' کی مصداق اور موضوع ہے۔ لیکن انھوں نے سیدنا حکم رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو لہجہ اور انداز اختیار کیا ہے کہ ''وہ اس قدر بوڑھا اور ناکارہ ہو چکا تھا کہ اس سے کسی سازش کا امکان باقی نہ رہا تھا۔'' یقیناً ایک صحابی کے شایانِ شان نہیں ہے بلکہ ان کی توہین ہے۔

حافظ ابن کثیر نے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی انھیں طائف کی طرف جلاوطن کیا تھا اور پھر خود ہی واپس بھی بلا لیا۔ (ملاحظہ ہو: البدایہ والنہایہ، الجزء السابع، ص:۱۷۱۔ تحت ۳۵ھ)

ابن جریر طبری اور ابن کثیر کی بیان کردہ کہانی سے بھی یہ معلوم ہو رہا ہے کہ سیدنا حکم رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ نہیں گئے تھے۔ وہ مکّی تھے اور انھیں مکہ سے ہی جلاوطن کیا گیا تھا۔

اس روایت کی رو سے جہاں مدینہ منورہ سے جلاوطن کیے جانے کا واقعہ غلط ثابت ہوا تو وہیں جلاوطنی کے محرکات (بدکرداری، سازش، راز افشائی اور ازواجِ مطہرات کے حجرات میں تانک جھانک) کا بھی رد ہو گیا۔

اگر علی سبیلِ التَّنَزُّل مکہ سے طائف کی طرف جلاوطنی کے قصہ کو درست تسلیم کرلیا جائے تو پھر سوال یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں نہ تو منافق رہائش پذیر تھے جن تک راز پہنچائے گئے، نہ اُمّہات المؤمنین کے حجرے تھے جن میں سیدنا حکم رضی اللہ عنہ جھانکا کرتے تھے اور نہ ہی وہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نقلیں اتارنے کا کوئی موقع تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد صرف حجۃ الوداع کے موقع پر ۱۰ھ میں ۴ رذی الحج کو مکہ تشریف لائے تھے اور ۱۴ رذی الحج کو مکہ، منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں دس دن قیام کرنے کے بعد واپس مدینہ منورہ روانہ ہو گئے تھے۔ تو سوال یہ ہے کہ اپنے اس قیام کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کب اور کس قصور کی بناء پر جلاوطن کیا اور کب معافی دے کر انھیں واپس مدینہ بلایا؟

یہ ملحوظ رہے کہ سیدنا حکم رضی اللہ عنہ نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں یہ حج ادا کیا تھا۔ اگر اس موقع پر اس طرح کا کوئی واقعہ رونما ہوا ہوتا تو جلاوطنی کا قصہ کسی موضوع روایت سے نہیں بلکہ ''خبر متواتر'' سے ثابت ہو جاتا۔

سیدنا حکم رضی اللہ عنہ کی مکہ مکرمہ سے جلاوطنی کا سوال اس لیے بھی پیدا نہیں ہوتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فتح مکہ کے بعد سیدنا عتاب بن اسید بن ابی العیص بن امیہ کو مکہ مکرمہ کا گورنر بنا دیا تھا جو عہدِ صدیقی میں بھی اسی عہدے پر برقرار رہے۔ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عتاب بن اسید کی وفات ایک ہی دن ہوئی۔ لہٰذا اپنے خاندانی اقتدار کے عروج میں اپنے ''محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم'' کے خلاف ناشائستہ حرکات کا ارتکاب سیدنا حکم رضی اللہ عنہ جیسے رئیس قریش سے کیوں کر ممکن ہے؟ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ بلوائیوں نے ذی قعدہ ۳۵ھ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر کے دیگر اعتراضات کے ساتھ ساتھ اس مفروضہ جلاوطنی کا معاملہ بھی اٹھایا اور بالآخر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے جواب سے مطمئن ہوگئے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ سیدنا حکم رضی اللہ عنہ ۳۲ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پا چکے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس سے پہلے ہی وہ مدینہ منورہ میں آئے ہوں گے۔ سوال یہ ہے کہ اس وقت اہل مدینہ نے یہ احتجاج کیوں نہ کیا کہ ''معتوب'' باپ بیٹے کو کیوں اجازت دی گئی؟ چار سال بعد ۳۵ھ میں محاصرہ عثمانی کے وقت اس مسئلہ کو چھیڑنے کی کیا تک ہے؟

اس کے علاوہ مدینہ منورہ یا مکہ مکرمہ سے طائف کی طرف جلاوطنی بھی بعید از فہم ہے۔ کیونکہ طائف ایک صحت افزا مقام ہونے کے علاوہ قریش کا گرمائی مرکز تھا جہاں بالخصوص موسم گرما میں وہ قیام کرتے تھے۔

پھر اس پر ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا سیدنا حکم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ناشائستہ حرکات (جن کی بنا پر جلاوطنی کی سزا دی گئی تھی) ناقابلِ معافی تھیں جن کی وجہ سے ان کے لیے دائمی سزا تجویز کی گئی؟ کیا اسلامی شریعت میں اس قسم کی کوئی مثال پائی جاتی ہے؟

امام ابن حزم اس اشکال کے جواب میں فرماتے ہیں:

حدِ واجب کے طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کو جلاوطن کرنا ثابت نہیں ہے اور نہ ہی یہ کوئی ابدی قانون ہے بلکہ یہ صرف کسی ایسے گناہ گار کی تعزیر ہوسکتی ہے جو جلاوطنی کا حق رکھتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ توبہ کا دروازہ بھی کھلا ہوا ہے۔ جب کوئی گناہ گار توبہ کر لے تو اس سے تعزیر ساقط ہو جاتی ہے اور اس میں کسی مسلمان کا اختلاف نہیں ہے اور تمام زمین رہائش کے لیے مباح ہو جاتی ہے۔'' (الفصل فی الملل والاھواء والنحل۔ جلد:۴، ص:۱۵۴)

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ سیدنا حکم رضی اللہ عنہ کی جلاوطنی کا پورا قصہ از اوّل تا آخر مدینہ سے ہو یا مکہ سے اپنے محرکات سمیت کوفی ٹکسال میں سبائیوں کا تراشیدہ اور وضع کردہ ہے جو روایتاً اور درایتاً غلط، باطل، سراپا کذب ودروغ، بے اصل وبے بنیاد اور ہر ہر اعتبار سے دشمنانِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی کارستانی ہے۔

اس مؤقف پر ایک کمزور ترین اشکال یہ ہوسکتا ہے کہ جب اکثر مؤرخین اور اربابِ سِیَر نے اس قصے کا ذکر کیا ہے تو کہیں نہ کہیں تو اس کی کچھ نہ کچھ بنیاد ضرور ہوگی تو اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو جن حضرات نے تضادات سے پُر اس قصے کو بیان کیا ہے تو اصولِ روایت ودرایت کے اعتبار سے وہ قصہ لغو، باطل اور جھوٹا قرار پاتا ہے۔ البتہ اس امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا کہ حالتِ کفر میں جب سیدنا حکم رضی اللہ عنہ اپنے بھتیجے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر اسلام قبول کرنے کی وجہ سے سختی کرتے تھے تو اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی ناشائستہ باتیں سرزد ہوگئی ہوں جنھیں بنیاد بنا کر

دشمنانِ صحابہ نے جلا وطنی کا قصہ گھڑ لیا ہو تو اس سلسلے میں اسلام کا بنیادی اور عام اصول یہ ہے کہ:

''اِنَّ الْاِسْلَامَ یَھْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَهُ ''یعنی اسلام پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ لیکن ستم بالائے ستم یہ کہ خاندان بنواُمیّہ کو اس اسلامی قانون سے بھی مستثنیٰ سمجھا گیا اور زبردست پروپیگنڈے کے ذریعے سے یہ بات ذہنوں میں بٹھا دی گئی کہ ان کے زمانۂ کفر کی برائیاں بعد میں جوں کی توں قائم رہیں، ان کا ایمان نفاق پر قائم تھا، انھوں نے مجبور ہو کر اسلام قبول کیا اور بعد میں بھی یہ لوگ اسلام کے خلاف سازشیں ہی کرتے رہے۔

الغرض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نہاد نام لیواؤں نے اُموی صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف الزامات و اتہامات کی ایک طویل فہرست تیار کر دی اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معاف کر دینے کے باوجود ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نہیں بخشا گیا جن میں سیدنا عثمان، سیدنا ابوسفیان، سیدنا معاویہ، سیدنا حکم اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہم خصوصیت کے ساتھ شامل ہیں۔

مولانا سید احمد رضا بجنوری وامثالہ نے سیدنا حکم رضی اللہ عنہ کے ساتھ پورے خاندان میں سے صرف سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی جلاوطنی کا بھی ذکر کیا ہے۔ وہ اگرچہ باپ کی طرح بیٹے کی ناشائستہ حرکات سامنے نہیں لا سکے لیکن انوار الباری کے اسی مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا مروان کا اس وقت سب سے بڑا جرم سیدنا حکم رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہونا تھا۔ کیونکہ موصوف نے ''لَعَنَ اللّٰهُ الْحَکَمَ و مَا وَلد'' کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے جلاوطنی کے وقت سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی عمر کی بھی تصریح کر دی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

''مروان اس وقت سات آٹھ برس کا تھا اور وہ بھی اس کے ساتھ طائف میں رہا..... مروان کے اس پس منظر کو نگاہ میں رکھا جائے تو یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ سکتی ہے کہ اس کا سیکرٹری کے منصب پر مقرر کیا جانا لوگوں کو کسی طرح گوارا نہ ہو سکتا تھا..... لیکن یہ مان لینا لوگوں کے لیے سخت مشکل تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی معتوب شخص کا بیٹا اس بات کا بھی اہل ہے کہ تمام اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر اسے خلیفہ کا سیکرٹری بنا دیا جائے خصوصاً جب کہ اس کا وہ معتوب باپ زندہ موجود تھا اور بیٹے کے ذریعے حکومت کے کاموں پر اثر انداز ہو سکتا تھا۔'' (خلافت وملوکیت، ص: ۱۱۰، ۱۱۱)

مولانا مودودی نے ''جلاوطنی'' کے وقت سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی عمر سات، آٹھ برس تسلیم کر کے ان کی صحابیت پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے (سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی صحابیت پر مستقل مضمون آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں) اب ان کے لیے ان کی صحابیت سے انکار کی گنجائش ختم ہو گئی ہے۔ کیونکہ جب اس سے بھی کم عمر بچوں کو صحابہ کی فہرست میں شامل کر لیا گیا ہے تو پھر سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو صحابہ کے زمرے سے کیوں کر خارج کیا جا سکتا ہے؟

سیدنا حکم رضی اللہ عنہ کی مفروضہ جلاوطنی کی حقیقت تو گزشتہ صفحات میں واضح کر دی گئی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس ''مفروضہ'' جلاوطنی کے ''مکذوبہ'' قصے میں سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا کیا قصور ہے؟ ان کے والد کے حوالے سے تو ان

کے ''ناشائستہ افعال'' کا ذکر کر دیا جاتا ہے لیکن بتایا جائے کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو (باقی تمام افرادِ خاندان کو چھوڑ کر) کس جرم کی پاداش میں جلاوطن کیا گیا تھا؟ باپ کے جرم کی بنا پر بھلا بیٹا کس طرح ''مجرم'' قرار دیا جا سکتا ہے؟ پھر انھیں ''ابنِ معتوب'' کہنے سے کس طبقے کی خوشنودی مقصود ہے؟

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی عمر ۷/۸ برس لکھ کر یہ حقیقت بھی تسلیم کر لی گئی کہ وہ اس وقت مرفوع القلم اور نابالغ بچے تھے۔ لہٰذا جلاوطنی کے لیے انھیں خطا کار ثابت کرنا اور برائیوں کا مرتکب قرار دینا کیا انتہائی بھونڈی حرکت اور شریعت سے جہالت نہیں ہے؟ بغیر کسی جرم کے ۷/۸ سالہ بچے کو جلاوطن کرنے کا الزام خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ''بہتانِ عظیم'' ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بچوں پر رحم و شفقت کا حکم دیا ہے نہ کہ ان پر غضب کرنے اور ملک بدر کرنے کا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

''وَمَرْوَانُ ابْنُهُ كَانَ صَغِيراً اِذْ ذَاكَ فَإِنَّهُ مِنْ أَقْرَانِ ابْنِ الزُّبَيْرِ وَالْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ عُمْرُهُ حِينَ الْفَتْحِ سِنُّ التَّمَيُّزِ إِمَّا سَبْعُ سِنِينَ أَوْ اَكْثَرُ بِقَلِيلٍ أَوْ اَقَلُّ بِقَلِيلٍ فَلَمْ يَكُنْ لِمَرْوَانَ ذَنْبٌ يُطْرَدُ عَلَيْهِ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ لَمْ تَكُنِ الطُّلَقَاءُ تَسْكُنُ بِالْمَدِيْنَةِ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (منہاج السنۃ، الجزء الثالث، ص: ۱۹۵۔ طبع بیروت)

ترجمہ: سیدنا حکم رضی اللہ عنہ کے بیٹے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ جلاوطنی کے وقت چھوٹے تھے، کیونکہ وہ عبداللہ بن زبیر اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم کے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ فتح مکہ کے وقت وہ سن شعور کو پہنچ چکے تھے۔ ان کی عمر اس وقت سات سال یا اس سے کچھ زیادہ تھی یا کچھ ہی کم تھی۔ لہٰذا ان کا کوئی گناہ ایسا ہو نہیں سکتا کہ انھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جلاوطن کیا جاتا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ''طلقاء'' مدینہ میں رہائش رکھتے تھے۔

مولانا مودودی نے کس خوبصورتی کے ساتھ باپ کی ''مفروضہ'' خطاؤں کو بیٹے کے سر منڈھ دیا ہے کہ

''لوگوں کے لیے یہ مان لینا سخت مشکل تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی معتوب شخص کا بیٹا بھی اس بات کا اہل ہے کہ......''

اگر بالفرض محال اس بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ سیدنا حکم رضی اللہ عنہ کے ناشائستہ افعال کی بنا پر باپ بیٹے کو مدینہ بدر کیا گیا تھا تو اس میں بھلا بیٹا کس اصول کی رو سے ''قصوروار'' ٹھہرایا جا سکتا ہے؟

مودودی صاحب کے اس خود ساختہ اصول کی رو سے تو پھر کسی صحابی کی عزت بھی محفوظ نہیں رہ سکتی اور اکثر صحابہ کو ''نااہل'' قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ صحابہ کے کسی نہ کسی رشتہ دار سے تو خطائیں یقیناً سرزد ہوئی ہیں۔

اگر باپ کے جرم کی وجہ سے بیٹے کو بھی مستحق سزا یا قابل ملامت قرار دے دیا جائے تو کیا رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی ابن سلول کے جرائم کی وجہ سے اس کے مخلص بیٹے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بھی ''قصوروار'' ٹھہرایا جا سکتا ہے؟ کیا ابوجہل کے جرائم کی بنا پر اس کے صحابی اور مجاہد بیٹے سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ ''ابن معتوب'' کہلا سکتے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً

نہیں تو پھر سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو ''ابن معتوب'' کیوں کہا گیا ہے؟ جب کہ ان کے والد سیدنا حکم رضی اللہ عنہ خود بھی (عبداللہ بن اُبی اور ابوجہل کے برعکس) مسلمان اور صحابی تھے۔

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی تو یہ عظیم سعادت ہے کہ ان کی پرورش اور تربیت سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کے ''ادوارِ خلافت راشدہ'' میں خالص اسلامی ماحول اور ایک پاکیزہ معاشرے میں ہوئی تھی۔

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ سیدنا حکم اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما کی مدینہ منوّرہ یا مکہ مکرمہ سے طائف کی طرف جلاوطنی کا پورا قصہ ہی سراپا کذب و دروغ، من گھڑت، بے اصل، بے بنیاد، لغو، باطل اور سبائیوں کا وضع کردہ ہے۔

لہٰذا اس کی رو سے باپ بیٹے (سیدنا مروان بن حکم رضی اللہ عنہما صحابی ابن صحابی) کو ''قصوروار، خطاکار اور معتوب ابن معتوب'' ہرگز قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اسی طرح سیدنا حکم رضی اللہ عنہ کو ''بدکردار'' کہنا اور ان پر یہ گھناؤنے الزامات عائد کرنا کہ وہ:

''حضور علیہ السلام کی ازواج مطہرات کے حجروں پر جاسوسی کیا کرتا تھا، ان میں وہ جھانکتا تھا اور راز کی خبریں لوگوں (یعنی منافقین) کو پہنچایا کرتا تھا اور وہ حضور علیہ السلام کی نقلیں اتارا کرتا تھا وغیرہ۔''

یہ اسلوب اور انداز نہ صرف یہ کہ ایک صحابی کی شدید ترین توہین پر مبنی ہے بلکہ تمام تر الزامات ''اِفْکٌ مُّبِیْنٌ وَ بُھْتَانٌ عَظِیْمٌ'' ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اُمّہات المؤمنین کی ایذا کا باعث ہیں۔

کاش سید احمد رضا بجنوری صاحب ''مروان رضی اللہ عنہ دشمنی'' میں ان بے ہودہ الزامات کو صحیح بخاری کی شرح ''انوار البخاری'' میں نقل کرکے ان پر مہرِ تصدیق ثبت نہ فرماتے۔

☆......☆......☆

HARIS 1
حارث ون
ڈاؤلینس ریفریجریٹر
اے سی سپلٹ یونٹ
کے بااختیار ڈیلر
Dawlance
061 -4573511
0333-6126856
نزد الفلاح بینک، حسین آگاہی روڈ، ملتان